داستان ایک مردِ خرد مند وجنوں پسند کی

Marde Kherad mand o junu pasand

Prof. Ghazanfar

Aligarrh INDIA

Abstract:

In this paper the heroic works done by the great sir Syed Ahmed khan in the field of reformation of Indian especially Muslim society have been described in Dastani form.

Sir Syed Ahmed khan wanted to remove the evils and obstacles from the Muslim community through modern education. He emphasized on wisdom. According to him there were three main obstacles; and he had to fight them;

1. The old traditions of his own society

2. The British rulers who wanted to enslave every Indian.

3. The other big community of India who took Muslims as their enemy.

In this article I have tried my best to show that Sir Syed Ahmed khan was a Dastani (hearoric character) who did the heroic tasks beyond imagination. I also used the Dastani language.

Key words:

Khirad mand, junu pasand. Muhim juee, ilm, aql. Wisdom, islah, qaum.muslim society. Jaddo jehad, mahaz, Dardmand,qaum.millat Tahreek.sientific society,

داستان ایک مردِ خرد مند وجنوں پسند کی

~~~~~~
~~~~~~

داستان گواوّل:

نئے طرز کی اک کہانی سنو

نئی ایک سحرالبیانی سنو

حقیقت بیانی تو سنتے رہے

ذرا اب بیاں داستانی سنو

سنو تیرگی میں اجالے کاراگ

سنو روشنی کے فسانے کاراگ

سنوجس سے ظلمات روشن ہوئے

زمینِ ضیا کے جیالے کاراگ

داستان گودوئم

یہ قصہ کسی خطۂ خیالستان یاملک ایران وطوران کانہیں اورنہ ہی کسی شہرِ شبستان یاوادی پرستان کاہے بلکہ اس جہانِ بے امان، بے سروسامان اور پُراز ہیجان کاہے جس کی ایک قوم اپنے شاندار، پروقار اور بااعتبار ماضی کے باوجود افلاس وادبار، فکروانتشار اور اضطراب واضطرار کی شکارتھی۔ جس کی شاخِ نمودِ ذات بے برگ وبار تھی، شیرازۂ ہستیِ حیات تارتار تھی۔ جس کے آشیانے، آستانے ، جلوت خانے، تعلیمی وتہذیبی سارے ٹھکانے، ہزیمت، فلاکت اور نحوست کے طوفان میں گھرتے جارہے تھے اور ایک ایک کرکے اصالت، شرافت اور نیابت کے ستونِ عظیم الشان گرتے جارہے تھے۔ جو اپنی بداعمالی، بدخصالی اور تصورِ کہنہ سالی کی بدولت پائے مال، تنگ حال اور کنگال ہوتی جارہی تھی۔ جسمانی، روحانی اور ایمانی سبھی طرح کے مال ومنال کھوتی جارہی تھی۔ سرمایۂ صبروسکون اور متاعِ جمال و جلال سے ہاتھ دھوتی جارہی تھی۔

داستان گواول:

یہ اس تباہ حال، بدخصال اور آمادۂ زوال قوم کے ایک فردِ دردمند اورمردِ جنوں پسند کی داستان ہے جس کا سینہ ضربِ المِ ملت سے فگارتھا۔ دل دردِ عزیزو اقارب سے بے قرار تھا۔ ذہن زیرِشورِ شرار تھا۔ اعصاب وحواس پر

احساسِ خم خواری کاایسا جن سوار تھاکہ نہ صبر تھا نہ قرار تھا۔ یہ کیفیت اس لیے تھی کہ شعور کی آنکھیں کھلتے ہی اس کے سامنے ایک ایسا منظر لہرایاکہ دیدوں میں ایک زرد پیکر اُبھر آیا۔ پژمردگیوں سے پُر یہ پیلا پیکر پتلیوں میں اس طرح پیوست ہواکہ اس کا دل لہوہان، دیدہ حیران اور ذہن پریشان ہوگیا۔ آنسووں نے وہ جوش ماراکہ دلِ درد مندکو دریابنادیا۔ جذبۂ ترحم میں گرداب اٹھادیا۔ جنونِ مداوائے درد کا جوش بڑھادیا، دریامنڈا، چڑھا، بڑھا اوراپنے سینے کی طغیانی وموجوں کی روانی کے ساتھ اچھلتا، پھسلتا اور سنبھلتاہوا جانب صحرا نکل پڑا ۔

داستان گودائم:

چاہ ایسی کہ رگِ سنگ سے چشمہ ابلے

کہر کی کوکھ کٹے، سرخ سویرا نکلے

وقت کوسینک لگے، برف کا تودہ پگھلے

جسم میں جان پڑے، خونِ تمنا اچھلے

رنگ بھر جائے کسی طرح سے ویرانوں میں

جل اٹھے دیپ کوئی پھرسے سیہ خانوں میں

داستان گواول:

اس مردِمہم پسند نے مانندِعصائے موسوی اپنی چھڑی ایسی گھمائی کہ دور پاس کے سبھی سامریوں کے طلسمی سانپ اس کے بس میں آگئے۔سارے عصائے فتنہ پرداز اس کے سامنے بل کھاگئے۔ باربار ڈسے جانے والے جسم وجان زہرہلاہل سے نجات پاگئے۔ اس نے ہوش اور جوش کے وہ وہ کمالات دکھائے کہ دیدہ وروں کی آنکھوں میں حیرتیں لہرا اٹھیں۔ایسی حکمتیں کیں کہ حکومتیں تھرّا اٹھیں۔تدبّر کے ایسے تیر پھینکے کہ تقدیریں گھبرا ٹھیں۔

داستان گودوئم:

داناؤں کاسا ہوش اور نادانوں جیساجوش رکھنے والایہ مردِجنوں خیز معدودے چند مردوں میں سے ایک تھاجو ایک طرف تو آتشِ نمرود میں بے خطر کودپڑتے ہیں اور دوسری جانب وادیِ گلگشت میں فرشِ گل پر بھی پھونک پھونک کر قدم دھرتے ہیں۔ جو ڈوب جانے کی پرواہ کیے بغیر منجدھار میں اترجاتے ہیں ۔ جنونِ شوق میں حد

سے گزر جاتے ہیں۔ حیرت انگیز کار ہائے نمایاں کرجاتے ہیں۔ جن کی آنکھیں دوسروں کی تباہی کے منظرسے گیلی ہوتی ہیں۔ پلکیں اداس اور پیلی ہوتی ہیں۔ رگیں دوسروں کے حصے کے زہر سے نیلی ہوتی ہیں۔

داستان گواول:

اس میں حوصلہ اس لیے آیاکہ وہ یہ جانتاتھا کہ منظر کیسے بدلتاہے؟ زرد پیکر سبز رنگ میں کیسے ڈھلتاہے ؟ ببولوں پر پھل کیسے پھلتاہے ؟ بنجر مٹی سے نمی کیسے نکلتی ہے؟خشک ٹہنی پر کلی کیسے کھلتی ہے؟ پژمردہ پھولوں سے خوشبو کیسے ملتی ہے؟اسے معلوم تھا کہ صحرامیں پھول کھلانے کے لیے صحرا پیمائی کرنا پڑتاہے۔ مرحلہَ آبلہ پائی سے گزرناپڑتاہے۔ بادِ بہاری کے لیے ہوائے صرصرسے ٹکرانا اور بادِ سموم سے ٹکرلینا پڑتاہے۔ موجِ سراب میں سفینہ کھینا پڑتاہے۔ اس مرحلہَ دشوار میں سرمایہَ جان بھی دینا پڑتاہے اوروہ یہ سب اس لیے جان پایاکہ

داستان گودوئم:

قوم کا درد شب و روز ستاتا تھا بہت

صبح سے شام تلک اس کو رلاتاتھا بہت

اسکے سینے میں کوئی شور اٹھاتاتھا بہت

زخم احساس پہ ہر آن لگاتا تھا بہت

درد کہتا تھا کہ ملت کو سنبھالا جائے

قوم کو کرب کے نرغے سے نکالا جائے

داستان گو اوّل

اس کام کے لیے اس نے گھر چھوڑا۔در چھوڑا، لقمہَ تر چھوڑا۔ کوچہ کوچہ پھرا، در در بھٹکا، اِدھر اُدھر مارا مارا پھرتا ہوا صحرامیں پہنچا۔ دشت پیمائی اور آبلہ پائی کے درد وکرب سے گزرا۔ گرم بگولوں سے بھڑا۔ جھکڑوں سے لڑا، جگر توڑ مصیبتیں جھیلیں، جاں گسل صعوبتیں اٹھائیں۔ ذلت آمیز اذیتیں برداشت کیں۔ طنز کے تیر کھائے ۔ کفرکے فتوے کے داغ جھیلے۔دہریے کے الزام کے چرکے سہے۔ غیر تو غیر اپنوں کے پتھروں سے لہولہان ہوا۔ اپنا

مذہب بھی درپۓ جان ہوا،مفتیانِ دین کی جانب سے جاری قتل کا فرمان ہوا۔مگر وہ ڈرا نہیں، خوفِ مرگ کے آگے جھکا نہیں ، کسی بھی موڑ پر رکا نہیں۔ کسی بھی ضرب سے ٹوٹا نہیں۔

داستان گودوئم

جوکھم بھرے اس تنگ و تاریک پُرخطر سفر میں وہ کتنی بار گرا؟ جسم کا کون کون سا حصہ کٹا پھٹا؟ کہاں کہاں کاچمڑا چھلا؟ کتنا گہرازخم بنا؟ کب کب کتنا خون بہا؟ کیساکیسا درد اٹھا؟ ان سب کا کوئی حساب نہیں، کوئی کتاب نہیں، کوئی نصاب نہیں، مگریہ زخمِ جگر خراش بے حساب کیوں؟ یہ کارِ جاں کاہ اور یہ کرب و اضطراب کیوں؟ یہ صعوبتِ سفر اوریہ اذیت ناک عذاب کیوں؟

داستان گو اوّل

ظاہر ہے یہ سب اپنے لیے نہیں بلکہ اپنوں کے لیے تھا۔ اپنوں کی آنکھوں میں پلنے والے سپنوں کے لیے تھا۔ ان اپنوں کے لیے جنھوں نے اسے اپنا دشمن جانا، مطلبی گردانا، عدوئے دین، منکرخدا اور خطرۂ ملت مانا۔

یہ زخمِ جگر خراش، یہ کارِ جاں کاہ اور یہ اذیت ناک عذاب اس لیے کہ بینائی والی بصارتیں کسی ڈوبتے ہوئے کی بے دست و پائی نہیں سہ سکتیں۔ حسّاس سماعتیں کسی کی چیخ پرچپ نہیں رہ سکتیں۔ اس کی مجبوری یہ تھی کہ اس کا دل حسّاس تھا، اس کے پاس وصفِ حواس تھا، اس کے گوش ونظر کو دل دوز منظروں کا پاس تھا۔

اسے یہ آگہی بھی تھی کہ قوم جس موذی اور مہلک مرض میں مبتلا ہے اس سے نجات دلانا کسی معمولی معالج کے بس کی بات نہیں ۔ ملت کے مقدر میں آئی یہ رات کوئی ایسی ویسی رات نہیں۔ قوم کے ذہن و دل پر کی گئی گھات کوئی ایسی ویسی گھات نہیں۔

داستان گودوئم:

اسے احساس تھا یہ کام کوئی کرنہیں کرسکتا

پرایا درد اپنے دل میں کوئی بھر نہیں سکتا

کوئی قصداً کسی تلوار پہ سر دھر نہیں سکتا

غمِ ملت میں آسانی سے کوئی مر نہیں سکتا

کلیجہ چاہیے قربان ہونے کے لیے تن میں

جگر درکار ہے بے جان ہونے کے لیے تن میں

داستان گو اوّل

یقیناآپ جاناچاہیں گے کہ وہ جو راہِ حق میں گردن کٹانا جانتاتھا ، فلاحِ قوم میں خود کو لٹانا جانتا تھا، ملت کے لیے خون بہانا جانتاتھا، وہ کون ہے؟ کون ہے وہ مردِ آہن و سنگ، مردِ مقابلِ فرنگ،نمونۂ نیرنگ جس کے دم سے دیوار ہٹی، پوپھٹی، دھندچھٹی، ظلمت مٹی۔ اس کانام کیا ہے؟ اس کاکام کیاہے؟ اس کی اپنی ہستی کاانجام کیاہے؟

داستان گودوئم:

توسنیے اور جانیے کہ وہ وہ ہے جس کانام، کام، رنگ وفام، مقام، انجام سب جداہے، اس کاسراپا سرسے پا تک ایک پیکرِ دل کشاہے۔ایک منظرِ بے بہا ہے۔ نام دنیاسے نرالاہے۔ سید میں سرکااجالاہے۔ اس میں مشرق ومغرب دونوں کا بول بالاہے:

داستان گواوّل:

ہماری ہی دنیا کا کردار ہے

مگر وہ انوکھا ہی اوتار ہے

بہت دانا، بینا و ہشیار ہے

کسی دیو کی طرح بیدار ہے

ہراک کام اس کا جہاں سے جدا

ہراک گام پر آنکھ طحیرت زدہ

داستان گودوئم:

ہمیں جیساہے وہ بھی مگر دوسراہے۔ اس کی داڑھی اور ٹوپی دونوں میں اک اداہے۔ ٹوپی، ٹوپیوں سے مختلف اور داڑھی، داڑھیوں سے جداہے۔ اوپرکو اُٹھی ہوئی لال لمبی ٹوپی شخصیت کی رفعت کو دکھا رہی ہے اور پھیلی ہوئی

چوڑی داڑھی قلب ونظر کی وسعت کوبتارہی ہے۔ غیر معمولی قدوقامت اسے منفرد و ممتاز بنارہی ہے اور دائرے سے نکلی ہوئی جسامت پیکرِخاکی میں چار چاند لگارہی ہے۔

داستان گواوّل:

وہ شخص جو پیری میں بڑادکھائی دے رہاہے ، بچپن میں بھی چھوٹا نہیں تھا، وہ عہدِطفولیت میں بھی بڑاتھا۔ وہ جس ڈیل ڈول میں تولد ہوا، وہ عام بچوں سے جداتھا۔ قدجسدِ کودک سے سواتھا۔ اسی لیے وہ منفرد لگا، حالت ِکودکی سے ہٹاہوا محسوس ہوااورجسے دیکھ کر اس کے ناناجان نے کہا" :یہ ہمارے گھرمیں جاٹ پیدا ہوا1"

جاٹ کا نام سنتے ہی نگاہ میں ایک ایسا ہیولا اُبھرتاہے جو مافوق الفطری سالگتاہے۔ لمبائی، چوڑائی اور موٹائی تینوں جہتوں سے مثل غزال قلانچیں بھرتاہے۔ آنکھوں کو حیرت زدہ اور عقل کو بھونچکاکرتاہے۔

داستان گودوئم

اس جاٹ کودک نے ایسا قد نکالا، ایسا قامت دراز کیاکہ انسان تو انسان چشمِ فطرت کو بھی حیرت میں ڈال دیا۔ خواجہ فرید کی حویلی میں پیدا ہونے اور اس حویلی کے وسیع وعریض احاطے میں پروان چڑھنے والا یہ بچہ جسم سے ہی غیرمعمولی اور موٹا تگڑانہیں تھا بلکہ اپنی ذہانت وفطانت سے بھی تنومند و توانا تھا۔

داستان گودوئم:

وہ بچہ جس گھر میں پیدا ہوا، وہ گھر نہیں گھرانا تھا۔کوئی کاشانہ نہیں بلکہ ایوانوں والا ایک دولت خانہ تھا جس میں علم وآگہی کا آستانہ تھا۔ جس میں درسگاہیں تھیں ،خانقاہیں تھیں۔ منزلِ دین و دنیا کی راہیں تھیں۔ ایساگھراناجس کی آن بان تھی، نرالی شان تھی۔ دوردورتک پہچان تھی، جو تعلیم یافتہ ہی نہیں، ددھیالی اور ننھالی دونوں جوانب سے خطاب یافتہ بھی تھا۔ دادا سید ہادی جوادالدولہ کے خطاب سے سرفراز تھے اورنانا خواجہ فرید دبیرالدولہ کے لقب ِفاخرہ کی بدولت ممیز وممتاز تھے۔ گھرانے کے دونوں سرے دربار شاہی سے ملتے تھے۔ جس کے باعث گھرانے کی دیواروں میں درباری درکھلتے تھے اور فضاوں میں مثلِ نکہت شاہانہ افکار گھلتے تھے۔ باغ شاہی کی سرسبزوشاداب کیاریوں سے خوشبودار ہوائیں ادھر بھی آتی تھیں اور دل ودماغ کو تروتازہ کرجاتی تھیں۔ حویلی کی خود اپنی وسعتیں تھیں۔ وسعتیں ذہن کی طرفیں اور قلب کی گرہیں کھولتی تھیں۔ ذہن کے دریچوں کو کھلے پن کے رنگوں سے سجاتی تھیں۔ دماغ کو مہکاتی تھیں۔ آسمانوں پر اڑاتی تھیں۔ رفعتوں تک پہنچاتی تھیں۔ عظمتوں سے ملاتی تھیں۔

داستان گو اوّل:

اس کی بالیدگیِ ذہن اور روئیدگیِ نظر کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اسے امراء و روسا کی صالح صحبتیں حاصل تھیں۔ اس کی سانسوں میں علماء فضلا کے عنبریں اذہان کی برکتیں شامل تھیں۔ اس کی عادتیں بارِ ذہانت کی حامل تھیں۔

داستان گو دوئم:

وسعتِ ذہن اور رفعتِ فہم کا سبب یہ بھی بنا کہ اس مردِ جنون و خرد پسند کا بچپن ماں کے ہاتھوں پروان چڑھا۔ اس کے ذہن کا آہنگ ممتا کے ان تاروں کی ترنگ سے تیار ہوا جو محبت ، شفقت اور مروّت کے حامل تھے۔ جن میں اخوت اور آدمیت کے سُر شامل تھے۔ جو اپنے فن میں ماہر و کامل تھے۔ ایسے سُر جو نغمۂ سرمدی سکھادیتے ہیں۔ حق کے لیے سروں کو دار پر چڑھادیتے ہیں۔ فرش کو عرش پر بٹھادیتے ہیں۔ ماں نے بچے کو شعور وادراک کا ایسا درس دیا کہ بچہ بچپن میں ہی بالغ النظر بن گیا۔مردِ مومن اور فوق البشر بن گیا،جو اپنے زمانے کا الیاس و خضر بن گیا۔جو بچہ ماں کے سایۂ عاطفت میں پلتاہے اور ممتا کی چھاؤں میں پروان چڑھتاہے وہ جوان ہوکر غیر معمولی انداز سے بڑھتا ہے ۔ تاریخ شاہد ہے کہ جو بچہ بھی ماں کی نگرانی ونگہبانی میں پلا بڑھا اس کے سر پر کامیابی کا تاج سجا،وہ ہرمیدان میں کامران وفتح یاب ہوا۔ خواہ وہ یشوداماں کی گود میں پلنے والے لارڈ کرشنا ہوں یاماں مریم کے زیرِ نگرانی تربیت پانے والے حضرت عیسیٰ ہوں، خواہ بی بی ہاجرہ کی دیکھ بھال میں جوان ہونے والے حضرت اسماعیل ہوں۔خواہ وہ آمنہ بی بی کے سائے میں پلنے والے حضرت محمد مصطفی ہوں۔ یہ سب اس لیے عظیم ہوئے کہ ان کے سروں پر ماں کا وہ آنچل تھا جس میں ایسے ایسے رنگ ہوتے ہیں کہ جو اپنے بچوں کے لیے ہمابن جاتے ہیں۔ اولاد کی کامرانیوں کے لیے دعابن جاتے ہیں۔ لاڈلوں کی پریشانیوں کے لیے دوابن جاتے ہیں۔

داستان گو اوّل: قصہ مختصر یہ کہ ؎

ماں نے اک ننھی سی جاں میں سوزِ انساں رکھ دیا

چشمِ کودک میں بھی کوئی مہرِتاباں رکھ دیا

اک مسیحائے زمانہ ، ایک درماں رکھ دیا

چارہ سازی کا بدن میں سازو ساماں رکھ دیا

دل گدازی ، نرم خوئی کا خزانہ رکھ دیا

جاٹ بچے میں بھی وصفِ شاعرانہ رکھ دیا

داستان گودوئم:

پو پھٹی،دھند چھٹی، تاریکی ہٹی، سورج اُگا، افق روشنی سے بھر گیا، بچپن عہدِ شباب کی اور چلا، دائرۂ ادراک بڑھا، دیوارِ دانش پر رنگ چڑھا۔ وصفِ زیرکی منور ہوا۔بصیرت صاحبِ بال وپر ہوئی۔ ذات جاذبِ نظر ہوئی۔ شخصیت معتبر ہوئی۔ ہستیِ سید اور پراثر ہوئی۔ وجودِ مسعود میں ایسی کشش پیدا ہوئی کہ اہلِ دانش کی ایک دنیا ٹوپی کے پھندنے میں بندھ گئی۔ ایک داڑھی کے سائے میں خرد مندوں کی خلقت سمٹ آئی۔ اہلِ نظر کی بھیڑ لگ گئی، جاذبیت نے وہ جادوگری دکھائی کہ علمائے دین ودنیا کے لبوں سے صدائے مرحبا اچھل آئی اور خامۂ حالی سے تو یہ صدا بھی نکل آئی:

داستان گواوّل:

"اس کی چتونوں میں غضب کاجادو بھراہے کہ جس کی طرف آنکھ اٹھاکر دیکھتاہے وہ آنکھیں بندکرکے اس کے ساتھ ہو لیتاہے ۔2"

داستان گودوئم:

اس کا جادوئی کردار درجنوں نابغۂ روزگار ہستیوں کا اپنے پاس مجمع لگا دیتا ہے ۔ دیکھتے ہی دیکھتے اپنے آس پاس ہلِ علم کی بارات سجا دیتا ہے،دانشوروں کی ایک کہکشاں بچھا دیتا ہے۔

داستان گواوّل:

عقل کی رہنمائی، دل کی بینائی، دانش و دانائی کی روشنی میں اہلِ دردکا کارواں جانبِ ملت بڑھا۔ بیمار قوم کا قریب سے معائینہ ہوا۔ذہنِ رسااسبابِ علالت کے ساتھ ساتھ تشخیصِ علاج تک پہنچا۔نبض کی سمت و رفتار کو پکڑا گیا۔دشمنِ جان کو جکڑا گیا۔اخلاق کی تہذیب کا پرچہ بنا۔ ایک طرف اِک اِک کرکے سببِ مرض درج ہوا، دوسری جانب مجرّب نسخہ لکھاگیا:

ایک سبب مروّجہ ادب کو سمجھاگیا۔اسے جدید نقطۂ نظرسے پرکھاگیا۔ زیادہ ترحصہ مضر اور مخربِ اخلاق ثابت ہوا۔

ہوا و ہوس کے تئیں غصے کی لہر اٹھی۔ زبان وبیان کے خلاف تحریک چلی۔ کڑی تنقید ہوئی۔ افادی ادب کی بنیادپڑی۔ شاعری کی نئی طرز وجود میں آئی۔ فکشن کی نئی راہ نکلی۔ اصلاحِ معاشرہ موضوعِ سخن بنی،المناک زندگی

ادب کے سانچے میں ڈھلی۔ آزاد نے نئی نظم کہی۔ حالی نے مسدس لکھی۔ ڈپٹی نذیر احمد نے نئی افسانوی تحریر قلم بند کی۔ خود سرسید نے نئے انداز کی کہانی بنی۔

داستان گو اوّل:

نظر بلند ہوئی۔اظہار کو نئی طرز ملی۔ افادی پیکر بنائے گئے ۔ ادبی نگار خانوں میں نئے مرقعے سجائے گئے۔اصلاحی مناظر دکھائے گئے۔ شعر تصور کو تصویر میں ڈھالنے لگا۔ فن فکر کو پالنے لگا۔ ادب کامیابی کی راہ نکالنے لگا۔

حیاتِ ملت سنبھلنے لگی۔ راہِ مستقیم پر چلنے لگی۔ قوم کی تقدیر بدلنے لگی۔ بیمار کی رات ڈھلنے لگی۔ حواس پر جمی برف پگھلنے لگی۔ زندگی پھولنے اور پھلنے لگی۔

داستان گو دوئم:

دوسرا سبب قدامت پرستی کو مانا گیا۔ آثارِ کہنگی کو پہچانا گیا۔دقیانوسیت کے نقصانات کو گردانا گیا۔اثر کو زائل کرنے کی تدبیریں اپنائی گئیں۔ اسکیمیں بنائی گئیں۔ تحریکیں چلائی گئیں۔جدت پسندی کی یلغار ہوئی۔ رجعت پرستی کی بنیاد ہلی۔ دقیانوسیت کی دیوار گری، روشن خیالی کا چراغ جلا۔کورانہ تقلید کا دیا بجھا،آنکھوں سے اندھیرا چھٹا، ذہن سے جالا ہٹا، دل سے غبار مٹا، افق سے ابر پھٹا، رجائیت کا سورج طلوع ہوا، جادۂ نجات چمکا،کاروانِ حیات آگے بڑھا۔

داستان گو اوّل:

تیسرا سبب جہالت کو جانا گیا،لاعلمی کو مانا گیا، ناواقفیت کے ٹھکانوں کو پہچانا گیا، نئے علوم کا سورج اگا، ذہن کا دریچہ کھلا۔ باطن روشن ہوا، شعور رہبر بنا،عقل کا سکہ چلا، تابناک مستقبل دکھائی دیا۔

نئے علوم کے حصول کے لیے نیا راستہ اپنایا گیا۔ نئی زبان کو وسیلہ بنایا گیا۔ لسانِ غیر اور بیانِ غریب کو گلے لگایا گیا۔انسانی نفسیات کے برعکس قدم اٹھایا گیا۔

نفسیاتِ انسانی تو یہ ہے کہ جو چیز انسان کو نہیں آتی اس سے وہ کتراتا ہے،اس کے پاس جانے سے گھبراتا ہے۔ اس سے دوری بناتا ہے۔ اس کے راستے میں روڑے اٹکاتا ہے۔

داستان گو دوئم:

مگراس مشن کے مردِ محیرالعقول نے اس نفسیات کے برخلاف کام کیا۔ اس کے باغیانہ تیور کو رام کیا۔ اسے مختلف تدبیروں سے زیرِدام کیا۔ اس نے ایسااس لیے کیاکہ وہ نئی زبان کے جادو کوجان گیاتھا۔ اس کی برتری کو مان گیاتھا۔ اپنی منزل کے نشان کو پہچان گیاتھا۔ اس پر منکشف ہوگیاتھاکہ یہی وہ زبان ہے جس کے لفظ ومعنی میں کامرانیوں کاگرنہاں ہے۔ جس کی صوت وصداسے زمانۂ حال کی اصلاح اورمستقبل کی فلاح کا سُرعیاں ہے ۔جس کے متون میں پوشیدہ بیش قیمت مال و منالِ جہاں ہے۔ جس کے موضوع ومواد میں موجود عصائے خضروالیاس مانندِ کمپاس قطبوں کاپتابتاتے ہیں۔ تاریکی میں راستہ دکھاتے ہیں۔گم کردہ مسافروں کو منزلوں تک پہنچاتے ہیں۔ جس کی نگارشات میں ایسی ابجدی چابیاں بند ہیں جوعلومِ جدیدہ کے در کھولتی ہیں۔ دل ودماغ میں ادراک وشعور کا نشہ گھولتی ہیں۔ آواز کی دستک سے خاموشیاں بولتی ہیں ۔جس کے لفظ لبوں پر آتے ہی علی بابائی سِمسمی سُر بن جاتے ہیں۔ جن کے لمس سے خیالات کے خزانوں کے درکھل جاتے ہیں۔ یہ زبان وہ زبان ہے جو دوسروں کی دیواروں میں در اور پرایاگھروں میں گھر کرنے کا ہنر سکھادیتی ہے۔ حاکم کو محکوم اور محکوم کو حاکم بنادیتی ہے۔

داستان گواوّل:

بھری ہے طلسمات سے یہ زباں

بناتی ہے لفظوں سے تیروکماں

دکھاتی ہے ایسے انوکھے سماں

کہ ہے جن سے حیرت زدہ آسماں

کراماتِ لوح و قلم بند ہیں

طلسماتِ دیر و حرم بند ہیں

داستان گودوئم:

مگر اپنی زبان میں زبانِ فرنگ پر وہ چیخ مچی کہ توبہ بھلی۔ ردّ عمل میں لکنت والی زبان بھی کُھلی اور مردہ ذہنوں کی شاخ بھی ہِلی۔ ایساہائے ہوہواماانوآسمان ٹوٹ پڑا۔ واویلانے وہ زور مارا کہ تارِ ارض و سماجھنجھنا اٹھا۔ مثلِ

جوار بھاٹاغیظ وغضب کا ریلا چلا مگر ولولہ نہیں رکا۔درِ لسانِ فرنگ کھلارہا کہ وہ مردِ مہم پسند اپنے مشن میں پہاڑ کی طرح اڑا رہا، مثلِ فولاد ڈٹا رہا۔ مانندِ برف جمارہا۔ اس لیے کہ

داستان گواوّل:

محبت کے رن کاوہ فرہاد تھا

ارادے کا آہن تھا، فولا دتھا

وہ لوکا تھا، شعلہ تھا، اک رعدتھا

عدوکے لیے ایک جلاد تھا

ذرا بھی قدم ڈگمگاتا نہ تھا

کوئی خوف اس کو ڈراتا نہ تھا

داستان گودوئم:

وہ رکتابھی کیوں؟ وہ جھکتابھی کیوں؟ کہ اسے یہ علم تھاکہ یہی وہ راہ ہے جس سے بندھی اس کی چاہ ہے، اسی راہ میں ، اس کامہرہے، اس کاماہ ہے، تخت وتاجِ شاہ ہے، کاخ و کلاہ ہے۔حشمت و جا ہ ہے۔ درس گاہ ہے۔ خانقاہ ہے۔ اسی میں جائے پناہ ہے۔ اسی سے نورِ نگاہ ہے۔ وہ اچھی طرح واقف تھاکہ

داستان گواوّل:

طبل وعلم کوپانے کی تدبیر اس میں ہے

اپنے تمام خوابوں کی تعبیر اس میں ہے

سجتی ہے جس سے زیست وہ تصویر اس میں ہے

چھٹتی ہے دھند جس سے وہ تنویر اس میں ہے

حکمت کاگل کھلاہے زمینِ زبان میں

مخزن دبا ہوا ہے زمینِ زبان میں

داستان گودوئم:

چنانچہ اس خوبیِ بسیار والی راہ نے وہ راہ بھی نکال دی جو گزرگاہِ خیال بنی۔ درس گاہِ لازوال بنی۔آنے والی نسلوں کے لیے مثال بنی۔ روایتی ذہنوں میں بغاوتی تیور کی بنیاد پڑی۔ عقل کی دیوار اٹھی۔ منطق کی چھت ڈھلی۔ استدلال کی عمارت کھڑی ہوئی۔

سائنس کی روشنی میں مذہب منور ہوا۔ وجودِ معبود منطق سے مصور ہوا۔ تصوراتِ دین دلائل سے سمجھا ئے گئے۔ عقائد کے سائنسی تعبیرات بتائے گئے۔ ذہن و دل سے توہم پرستی کے جالے ہٹائے گئے۔ حقیقت پسندی کے مناظر دکھائے گئے۔

داستان گواوّل:

عقل وشعور پر سان چڑھائی گئی۔ افہام وتفہیم کو دھار دلائی گئی، ذہن کو زیرکی سکھائی گئی۔ یہ عمل اس لیے ہوا،یہ دَر اس لیے کھلا، یہ دورِ نشۂ عقل اس لیے چلاکہ:

داستان گودوئم:

عقل کا نور مٹاتا ہے اندھیرا دل کا

کھلکھلاتا ہے ذکاوت سے سویرادل کا

رات سے دن میں بدل جاتا ہے ڈیرا دل کا

موم کی طرح پگھل جاتا ہے گھیرا دل کا

عقل کی ضرب ک سے نغمات نکل آتے ہیں

سخت پتھر سے بھی جذبات نکل آتے ہیں

داستان گو اوّل:

جس مردِ خردمند نے درس گاہِ علم میں خانقاہِ عقل کی بنارکھی۔ خانۂ شفا میں مرضِ ذہن کی دوارکھی ۔ اپنی مناجاتوں میں لب پر منطقی دعارکھی ۔ اس کا سبب یہ تھاکہ:

سرحدِ ادراک سے واقف تھا وہ

ذہن کے افلاک سے واقف تھا وہ

زیر کی کی خاک سے واقف تھاوہ

عقل کی ہرچاک سے واقف تھا وہ

جانتا تھا عقل کی جادو گری

اس کو آتی تھی بلاکی ساحری

داستان گو دوئم:

اس کو اس حقیقت کا بھی علم تھاکہ عقل کا علم سے رشتہ کیاہے؟ درمیاں دونوں کے رازِ سربستہ کیاہے؟اسرارِ خفتہ کیا ہے۔ منکشف تھا اس پر سرّنہاں۔ بھید اس کے آگے تھاعیاں،رمز دانش کا تھا لہجے سے بیاں۔

داستان گواوّل:

رمز یہ کہ علم سے آتی ہے عقل

علم سے ہی رنگ جھمکاتی ہے عقل

علم سے ہی نور چھلکاتی ہے عقل

علم سے ہی شان دکھلاتی ہے عقل

علم سے ہی ضوفشانی عقل کی

علم سے ہی حکمرانی عقل کی

داستان گو دوئم:

جہاں علم سے عقل کو حاصل کمال ہے۔ دولتِ علم سے عقل مالامال ہے۔رُخِ دانش پر جاہ وجلال ہے وہیں مشاہدۂ علم و دانش کا یہ مآل بھی ہے۔

داستان گواوّل:

عقل ہے تو عقل میں آتا ہے علم

عقل سے ہی رنگ دکھلاتا ہے علم

عقل سے ہی نور برساتا ہے علم

عقل سے ہی دل کو گرماتا ہے علم

عقل سے ہی ترجمانی علم کی

عقل سے ہی لن ترانی علم کی

داستان گودوئم:

چنانچہ اک ادارۂ علم قائم ہوا۔ بانی اس کا متہمِ اعلیٰ بنا، اس کی بقا کارکھوالابنا، عقل کا سکہ چلا، منطق کا شعبہ کھلا، سائنس کا ساتھ ملا، علّت ومعلول کازور بڑھا، کھوجتی کا شور تھا، مہربلب نطقِ منطق بھی بول پڑا ۔

داستان گواوّل:

بند اک اک ذہن کا کھلتا گیا

نور اک اک آنکھ میں گھلتا گیا

روشنی کا راستہ ملتا گیا

سایۂ ظلمات بھی ڈھلتا گیا

علم و دانش کی ندی بہنے لگی

تیرگی میں روشنی بہنے لگی

داستان گودوئم:

پر جہل کی علم سے ٹھن گئی۔ درس گاہِ حیات میدانِ جنگ بن گئی، روشنائی لہومیں سن گئی ، جہالت کی تیغ لہرائی، دھند اور گہرائی۔ اہلِ علم کی جان پر بن آئی۔ اپنے پرائے سارے دشمن ہونے لگے ۔ راہ میں کانٹے بونے لگے۔ اِدھر اُدھر سے ذہن و دل میں نشتر چبھونے لگے۔ صرف اپنوں کی جہالت ہی نے روک نہیں لگائی۔ حکومتِ

وقت کی حکمت ِ عملی بھی آڑے آئی ، پڑوسی قوم کے جذبہً رقابت نے بھی ٹانگ اڑائی۔ یعنی اس کے سامنے تین مورچے بن گئے۔ تین تین مدِمقابل تن گئے۔ قوم کی دشمنی کاسبب یہ تھاکہ قوم کو لگتاتھا:

داستان گواوّل:

کہ اس سے اس کا سرمایہً حیات چھینا جارہاہے۔ اس کے ہاتھ سے نکلااس کا سفینہ جارہاہے۔ اس کی انگشتری سے نگینہ جا رہاہے۔ اس کے دین کو بدلاجارہاہے ، اس کے ایمان کو مسلا جارہاہے، اس کے عقیدے کو کچلا جا رہاہے۔ اسے حق پرستی سے ہٹایا جارہاہے۔ باطل کی راہ پر لگایاجارہا ہے، اس کی شناخت کو مٹایاجارہاہے۔

داستان گودوئم:

وہ بے گناہ تھا۔بعید از اشتباہ تھا۔ اس کادماغ اخلاص کی آماج گاہ تھامگر اسے گنہگار ، زیاں کار، منکر پروردگار سمجھا گیامگر وہ شخص جو خدائے بزرگ وبرتر کے حضور ہاتھ باندھے، دم سادھے اپنی مناجاتوں میں یہ کہتاہو:

داستان گواوّل:

"اے خدا ! تو ہمارا حقیقی پروردگار ہے۔ اے خدا اصلی بادشاہت اور حقیقی سلطنت تجھی کو سزاوار ہے۔اے خدا مالک الملک تو ہی ہے جس کو چاہتا ہے عزّت دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے ذلّت دیتا ہے۔ ۔۔تیرا کوئی کام حکمت اور رحمت سے خالی نہیں۔تیرے کام میں کسی کو چون و چرا کی قدرت نہیں" ۔3

اے خدا تو ہی ہمارا خالق ہے، توہی ہمارا مالک ہے۔تو ہی ہماری دعاہے ، اور توہی ہمارا مدعاہے۔تو ہی ہمارا معبود ہے اور تو ہی ہمارا مسجود۔ توہی ہمارا مقصد اور توہی ہمارا مقصود۔،،4

داستام گواوّل:

اور جو محبتِ رسول میں خدا سے یہ دعامانگتاہو ؎

الٰہی عشق میں احمد کے رکھ چور

ہے بیمارِ محبت اس کا مغفور

الٰہی دردِ عشقِ مصطفٰی دے

پھر اس کے وصل کی مجھ کو دوادے

الٰہی مجھ کو کر خاکِ مدینہ

لگادے گھاٹ سے میرا سفینہ5

داستان گودوئم:

بھلاایسا شخص کیا خداکا انکار کرسکتاہے؟ رب ذوالجلال کی شان میں کیاکسی طرح کا گستانہ اظہار کرسکتاہے؟ کیااپنے کو داغ دار اور شرم سار کرسکتاہے؟تو کیاہمارے علماء اور مفتیان دین نادان تھے کہ انھوں نے اسے بے دین بتایا منکر خدا ٹھہرایا،مکہ شریف تک سے کفرکا فتویٰ منگوایا:

داستان گواوّل:

نہیں، وہ باحواس تھے، صاحب ادراک اور حساس تھے، اوصاف فہم ان کے بھی پاس تھے مگر ان کا دائرہ محدود تھا، وہ دائرہ گرفتارِ رسوم وقیود تھا، ان کا ادراک سربہ سجود تھا۔ اس مردِ جنوں وخرد پسند کی طرح ان کا شعور آزاد نہیں تھا ۔ وہ مثل گردباد اور مانندِ سندباد نہیں تھا۔ اس میں اتنا بست وکشاد نہیں تھا۔ قوم کی موجودہ صورت حال کی کھائی، اس کی گہرائی اور مزید ہونے والی تباہی پر ان کی نگاہ نہیں تھی۔ قوم کی بگڑی کو بنانے ، اس کے ویرانوں میں چراغ جلانے اوراس کی زندگی سے اندھیروں کو بھگانے کی چاہ نہیں تھی۔ انھیں ملت کی مصیبت، ہزیمت اور مذلت کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ یہ نہیں سمجھ پارہے تھے کہ دین دنیاسے دوری نہیں بناتا۔ انسانی زندگی کی راہ میں کانٹے نہیں بچھاتا، رہبانیت نہیں سکھاتا۔ باعزت زندگی گزارنے سے نہیں روکتا، عقل کو نہیں ٹوکتا، علم کو جہل کی آگ میں نہیں جھونکتا۔

داستان گواوّل:

مگروہ شخص یہ جانتاتھاکہ خدانے عقل اگر دی ہے تواس کا استعمال بھی ہونا ہے۔ علم کی روشنی میں شعور کے قلم کو ڈبونا ہے۔ نوکِ قلم سے تاریکی کے دھبوں کو دھوناہے اس شخص کا ایمان تھاکہ اس نے جو کچھ کیانیک نیت سے کیا، جذبۂ محبت سے کیا، مقصدِ بہبودیِ ملت سے کیا۔ اس لیے خدا کے حضور جب وہ روبروہوگا، کلامِ عبدو معبود دوبدوہوگاتووہ سیاہ رونہیں سرخ روہوگا۔

داستان گودوئم:

علمائے دین کی جانب سے رخنہ اندازی ، زبان درازی اوردشنام طرازی کا سبب شاید یہ تھاکہ ان کی قیادت کے چھن جانے کاامکان تھا۔ ان کی رہبرانہ ساکھ کا نقصان تھا، انھیں اندیشۂ ہلکان تھا۔ یہ محاذ بڑاہی کٹھن اور جوکھم بھراتھا، مقابلہ حد درجہ کڑاتھا۔ رن میں اپنوں سے سابقہ پڑاتھا۔انھیں سے لڑنا بھڑنا تھاجن کی بقا کے لیے قدم اٹھاتھا، رخت ِسفر بندھاتھا۔وجود داؤ پرلگاتھا۔

داستان گودوئم:

اس محاذ پراپنوں نے وہ تیوردکھلائے کہ دشمن بھی شرماجائے، ایسے ایسے فتنے اٹھائے کہ قیامت آجائے، ایسے ایسے وارکیے کہ حوصلہ بھی بل کھاجائے، ایسے ایسے چرکے لگائے کہ نس ٹوٹ جائے، ایسے ایسے شعلے بھڑکائے کہ پسینہ چھوٹ جائے، اذیتوں کے ایسے ایسے تیر برسائے کہ آنکھ پھوٹ جائے مگر

داستان گواوّل:

وہ شکل میں انسان کی فولاد تھا کوئی

کٹ جائے جس سے کوہ بھی فرہادتھا کوئی

جل جائے جس سے ساری فضا رعد تھا کوئی

صرصر کی طرح شعلہ فشاں باد تھا کوئی

میدانِ کارزار میں رستمط بنا رہا

ہرگام پر چٹان کی صورت ڈٹارہا

داستان گودوئم:

دوسرے محاذ پر وہ حریف تھا جو بڑاہی کمینہ تھا۔ عداوت اور کدورت سے بھرا جس کاسینہ تھا۔ جس کے دل میں کپٹ تھی، کینہ تھا۔ جس کی ذہنیت جابرانہ تھی، طینت منافقانہ تھی اور اور طبیعت شاطرانہ تھی۔ جس کے ہونٹوں پر زہر اور آنکھوں میں قہرتھااورذہن میں منصوبۂ تباہیٔ شہرتھا۔ جودیکھنے میں گوراتھامگراندرسے کالاتھا۔ جو سادگی میں بھی آفت کا پرکالہ تھا۔جس کی شیریں باتوں میں بھی شعلۂ جوّالہ تھا۔ جس کے پاس طبل وعلم تھا، جاہ وحشم تھا،

لوح وقلم تھا۔ جو ایسا جابروظالم تھاکہ اپنے خلاف اٹھنے والے سرکو دھڑسے اڑادے۔ موت کے گھاٹ سلادے۔ صفحۂ ہستی سے نام ونشاں مٹادے۔

داستان گو اوّل:

ایسے دشمن سے پارپانا آسان نہ تھا۔ اس کے پنجے سے نکل جانا آسان نہ تھا۔ اس کے دام میں نہ آنا آسان نہ تھامگر وہ اس محاذ پر بھی سربلند ہوا۔ اپنے مشن اور معرکۂ حیات میں ایسا کاربندہواکہ آخر کار فتح مندہوا۔ جنوں کی راہ چلا اور ثابت ہوش مند ہوا۔ مکرِشاعرانہ کو حربہ بنایا، عدوکاطورپر اپنایااوراسے اچھی طرح باور کرایا کہ دیکھ ے

داستان گودوئم:

ہم تری برتری کے قائل ہیں

ہم تری ہرروش پہ مائل ہیں

ہم فقط تیرے درکے سائل ہیں

لب پہ تیرے ہی بس فضائل ہیں

اس نے تحریرسے ، تقریرسے، تدبیرسے اپنے سب سے بڑے شرپسند، نظربلند اورنہایت ہی ہوش مند حریف کو بھی یہ یقین دلادیاکہ ہم ہرطرح سے تمھاری تقلید کرہے ہیں ۔ تمھاری تہذیب کادم بھر رہے ہیں۔ تمہارے نقش قدم پر، پائوں دھررہے ہیں۔ ان کا فائدہ دکھاکر ، ان کا ہمنوابن کر اس نے اپناکام نکال لیا۔ قوم کی ڈگمگاتی کشتی کو سنبھال لیا۔ اپنے اندھیروں کو اجال لیا۔ اگر وہ لوہے سے لوہے کو نہیں کاٹتا، حاکم اور محکوم کے درمیان کی دوری کو حکمت عملی سے نہیں پاٹتااوربقول اپنی قوم کے دشمن کے تلوے نہیں چاٹتاتوآج قوم کے جو جگنواِدھر سے اُدھر جگمگاتے پھرتے ہیں، اندھیروں میں مسکراتے پھرتے ہیں، دوسروں کو بھی راستہ دکھاتے پھرتے ہیں، دکھائی نہیں دیتے، فضائوں میں جو زمزمے سنائی دیتے ہیں ، سنائی نہیں دیتے، مسافروں کوابھی جو راستے سجھائی دیتے ہیں ، سجھائی نہیں دیتے۔

داستان گودوئم:

تیسرے محاذ پر اپناہی ایک بھائی تیرکی طرح تنا، دل ودماغ میں لیے تیغ انا، دشمن بنابیٹھاتھا۔ یہ حریف راہِ شوق کا رقیب بھی تھا اور دوسرے دشمن سے قریب بھی تھا۔ اس لیے خوش نصیب بھی تھا۔ اسے بڑے دشمن کاساتھ

ملاہواتھا۔ دشمن سے گلے مل کر بھائی کے وجود کو مٹانے پہ وہ تلاہواتھا۔ اس کے لیے دشمنِ اعلیٰ کااسلحہ خانہ بھی کھلاہواتھا۔

اس مردِ مومن کو اس رقیب سے بھی نمٹناتھا ۔ اس پر بھی جھپٹناتھا، اس کے داؤکو بھی الٹناتھا۔ یہاں بھی اس نے حکمت وتدبر سے کام لیا ، پیار سے عدو کے دل ودماغ پر اپنا گولاداغ دیا۔مشترکہ تہذیب ، آپسی میل محبت، اخوت ، مروّت کے واسطوں میں اسے الجھادیا، اس کے غصے کے شعلوں کو دبادیا۔ جوشِ رقابت اور خروشِ عداوت کو بٹھادیا۔ رقیب یہ نہ دیکھ سکاکہ وہ جوکرنے والاہے وہ جنوں کا کارنامہ ثابت ہوگااور وہ کارِ جنوں کارِ خرد مندانہ ثابت ہوگا۔ جوہدف اس نے طے کیاہے وہ حیرت میں ڈالنے والانشانہ ثابت ہوگا۔ وہ جس درس گاہ کی بناڈالنے والا ہے وہ علم وفن کا میکدہ بن جائے گی۔ دانش کدۂ پرضیا بن جائے گی۔ خانقاہِ حکمت وشفا بن جائے گی۔ درودیوار مینارۂ نور بن جائیں گے۔ قومِ بے بساط کے لیے سازو سامانِ غرور بن جائیں گے۔ رقیب کو یہ نہیں معلوم تھاکہ اس کے ہاتھوں وہ کام ہونے والا ہے جیسے جِن انجام دیا کرتے ہیں، جیسے پری زاد کیاکرتے ہیں، جس کے کارساز دیوہواکرتے ہیں ۔دیو جو اپنے بس سے آگنی کو ، وایوکو، ورشا کو، جل کو، تھل کو ، آکاش ، پاتال کو، سب کو بس میں کرلیتے ہیں۔

وہ شخص کسی پری زادے سے کم نہیں تھا جس نے ایک بے آب و گیاہ زمین پر، نا مساعد حالات اور بے سر و سامانی کے عالم میں ایک ایسی درس گاہ کی بنیاد رکھ دی جس کے دامن میں دیکھتے ہی دیکھتے علم و دانش کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا اور جس کی فضائوں سے جو اَبر اٹھا، وہ سارے جہاں میں برسا، جس نے چپے چپے کو سیراب کیا، خطّے خطے کوسر سبز و شاداب کیا،ببولوں کو گلاب اور نرگسوں کو گلِ آفتاب کیا۔

داستان گو اول:

کہانی ہوئی ختم لیکن سنو!

ذرا غور لفظوں پہ اس کے کرو

معانی و مفہوم دل سے پڑھو

کہانی جو کہتی ہے اس کو لکھو

لکھو کہ کہانی یہ آگے بڑھے

زمانے کی راہوں کو روشن کرے

References:

1- Hayate javed: maulana Hali, taraqqui urdu beauro, nai Delhi. Pahla edition 1979 ,page : 48

2- munajaat, hayate javed , maulana Hali, taraqqui urdu beauroo. Pahla edition 1979.Page no.98

3- munajat: sir Syed Ahmedabad khan: sir Syed number: resale Ansari aagah: mudeera ,Razia hamid

Bhopal ,2021. Page,13

4-pur Dard aur aajizana Dua; sir Syed Ahmedabad khan: sir Syed Ahmedabad khan:edited by Dr.razia hamid,Dr. Rajat sultan

Babul ilm publications 6'-shabistan apartment, second floor ,idgah hills, bhopal (m.p) India.2017,page no.16

5-